جشن آزادی نہیں، یومِ تجدیدِ عہد!

انیف کاشر

زندہ قومیں اپنے ماضی سے نظریں نہیں چراتیں۔ ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء ہمارے ماضی کا درخشاں دن ہے۔ یہ وہ روزِ سعید ہے، جس دن ہندوستانی مسلمانوں کو ایک آزاد اور مختار خطۂ ارضی ملا۔ مسلمانانِ برصغیر کا یہی مطمحِ نظر تھا کہ انھیں ایک الگ مملکت ملے، جس میں نہ صرف وہ آزادی سے سانس لے سکیں بلکہ اپنی مذہبی، سیاسی اور سماجی زندگی کو دینِ فطرت اسلام اور پیغمبر اسلام نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیماتِ مقدسہ کے سانچے میں ڈھال سکیں۔ پھر یہ خطۂ ارضی ''پاکستان'' مذہبی قائدین، دینی ہستیوں، علمی، ادبی اور سیاسی مشاہیر کی شبانہ روز کاوش اور جہدِ مسلسل سے ہمیں مل گیا۔ اسی پاکستان کا ''یومِ آزادی'' ہم ہر سال ''جشنِ آزادی'' کے طور پر مناتے ہیں۔ ہم جشن مناتے ہیں آزادی کا۔ یہ جملہ ہی فکری اعتبار سے درست نہیں۔ پھر آزادی کیسی؟ جب افکار قید ہوں، خیالات غلام ہوں، تعلیم، معیشت اور سیاست غیروں کی جھولی میں ہو، جب اپنا تمدن اور اپنا تشخص اغیار کی تہذیب و ثقافت کے رنگ لے کر فخر کر رہا ہو تو جشن آزادی کیا؟ کیا ہم آزاد ہیں، کیا ہم قوتِ فرعون کے در پردہ غلام نہیں ہیں؟ کیا پاکستان کو نقصان پہنچا کر خوش ہونے والے پاکستان میں موجود نہیں ہیں، لوٹ مار، رشوت ستانی اور ظلم کا بازار ہر طرف گرم ہے، کیا ہمارے ابّ وجد نے اسی لیے اپنی زندگیوں کو داؤ پر لگا کر ہمارے لیے علیحدہ وطن حاصل کیا؟

ہم آزاد قوم ہیں اور ۱۴؍اگست کے روز جشن مناتے ہیں۔ ٹنڈ کرا کر پاکستان کا نقشہ پینٹ کرا کر، موٹر سائیکلوں کے سائیلنسر نکال کر، وطن کے ترانے گا کر، کھوکھلی تقریروں اور جھوٹے نعروں سے، اباحت و فحاشی، رقص و سرود اور جام و سبو کی محافل کا انعقاد کر کے۔

چند برس پہلے کی بات ہے جب یہ یومِ تجدید آتا تھا تو بڑے بوڑھوں کی آنکھیں آنسوؤں کی شبنمی جھالر بننے لگتی تھیں اور جذبات سے مغلوب ہو کر اُن کے ہاتھ بے ساختہ خدائے وحدہ لاشریک کی بارگاہ میں اٹھ جاتے تھے کہ جس کریم ذات نے ان کو اس ملک کی سرزمین پر قدم رکھنے کی توفیق بخشی، وہ اس وطن کو تا قیامت سلامت رکھے۔ وہ اپنے بچوں کو جمع کر کے مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے انگریز اور بنیے کے ظلم و ستم کی داستانیں سناتے کہ آگ اور خون کی ہولی میں کتنے لوگ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے، کتنے باپ شہید ہوئے، کتنی عورتیں اپنی عصمتیں لٹا بیٹھیں اور کتنی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ اس غم

واندوہ کی کیفیت میں بھی وہ خدا کے حضور سجدہ ریز رہتے ۔ بچوں اور جوانوں کے حب الوطنی کے جذبے کو اجاگر کرتے ۔ انگریز اور اس کے پروردہ، خودکاشتہ پودوں سے نفرت کا بیج بوتے مگر آج ہم جشن مناتے ہیں، کیا زندہ قومیں اعضائے جسمانی کی نمائش کرتی ہوئی کٹنیوں کی مجالس میں جشن مناتی ہیں۔ جب عوام کو دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے ہوں اور خواص تھرکتی جوانیوں اور پھدکتی دوشیزاؤں کی معیت میں خم لنڈھا رہے ہوں، جب سیاست کے فرعون کے ایک ہاتھ میں کسی سیمیں بدن کی کلائیاں ہوں اور دوسرے ہاتھ میں اس نے گردنِ مینا دبوچ رکھی ہو۔ اور پھر جن کی سماعتیں گھنگھروؤں کی چھنکار، پائل کی صدا اور قلقل مینا پہ لگی ہوں، جو لذتِ کام و دہن وجسم کے متوالے ہوں جن کی لڑکھڑاتی ٹانگوں، مخمور آنکھوں اور شراب کی بو اگلتے منہ سے ''جشن آزادی مبارک'' چہ معنی دارد؟

ویسے بھی یہ جشن آمروں کا دامِ تذویر اور ایک سیاسی رشوت ہے۔ ماضی کے ایک آمر ایوب خان نے بھی اپنی آمریت کا عشرہ مکمل ہونے پر ۱۹۶۸ء میں جشن ہائے رنگا رنگ کا ایک رنگین سلسلہ شروع کیا تھا۔ جشن چناب، جشن مہران، جشن خیبر، جشن بولان، جشن شعروادب اور اس قبیل کے کئی جشنوں کا اعلان کر کے اس نے نسل پرستی کو ہوا دی اور انگشت نمائی سے بچنے کے لیے عوام کو جشنوں پر لگا دیا۔ ربع صدی قبل جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اس دن کو محض اپنی ''ذاتی تسکین'' کے لیے ایسا رنگ دے دیا کہ قوم کی وہ کریم جو دل سے اپنے سے بڑوں کی تعظیم کرتی تھی اُسے چھچھورے پن کی طرف لگا دیا گیا اور جشن آزادی کا ڈھنڈورا اس انداز سے پیٹا کہ ہر شہر، ہر گلی اور ہر محلے کی سڑکوں اور گلیوں میں شرفاء کا نکلنا دوبھر ہوگیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے انھیں کئی بار لکھا کہ محترم اوّل تو یہ اصطلاح ہی غلط ہے اور پھر قوم کی کروڑوں روپے کی کمائی بسنت کی طرح ہوا میں اڑا کر کہنا کہ ''جشن آزادی مبارک'' جشن آزادی کیا ہوا، یومِ آزادی تو مبارک ہوسکتا ہے مگر یہ بات انھوں نے نشۂ حکمرانی میں نظر انداز کر دی۔ یوں متاخر حکمران بھی اسی روش پر کاربند رہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ پرویزی حلیوں کے حامل حکمران اس بدمست ہاتھی کی طرح ہوتے ہیں جو سارا سال غریبوں، بے کسوں، مجبوروں، مزدوروں، کسانوں اور دیگر انسانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑتے ہیں اور پھر اپنی ستم شعاری پر پردہ ڈالنے کے لیے قوم کو جشنوں کی راہ لے چلتے ہیں۔ ساون کے اندھے عوام کو ہر طرف ہرا ہرا ہی دکھائی دیتا ہے۔ اور تو اور یومِ آزادی کے روز چودھری برادران (پرویز الٰہی، شجاعت حسین) بھی پرویزی ایوانِ صدر کے آخری جشن کی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو کر حیاباختہ کٹنیوں کے عریاں رقصوں کو دیکھ دیکھ کر دل جلے اور من چلے روشن خیال اور کلچرل زدہ حکمران کے ہمراہ موسیقی کی دھن میں محو ہوگئے۔ وہ بانکا صدر جسے مذہبی لوگ زہر دکھائی دیتے ہیں، اس کی نگاہ میں قلوپطراؤں اور مونالیزاؤں کے جھمگٹ میں غم غلط کرنا ایک اچھا طریقہ ہے۔ یہ طریقہ دشمنانِ مذہب وملت کی دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ہم دوسروں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم ہمارا کیا ہوگا۔ ہم تیز روی میں تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم جی حضوری کے عادی ہوگئے ہیں۔ تملّق وچاپلوسی کے بغیر ہمارے معدے میں گرانی ہوتی ہے اور روز ایک تازہ قصیدہ نئی تشبیب کے ساتھ پڑھ کر بغلیں بجاتے پھرتے ہیں اور پھر جشنِ

آزادی مناتے ہیں اور وہ بھی پاک آستان کا۔ جب کہ پاکستان کا حال یہ ہے کہ یہاں قیادت نہیں، یہاں سیاست نہیں۔ خواص قیادت کے خبط میں ہیں اور جلبِ منفعت ان کا مطمح نظر ہے۔ یہاں بدعنوانی، ڈاکے اور ٹھاہ ٹھاہ ہے اور مخفلیں ''تاتھک تھیا'' بنی ہوئی ہیں۔ اکسٹھ سالوں کے عرصہ میں حکمرانوں نے قوم کو کیا دیا؟ دکھ، پریشانیاں، بھوک، افلاس اور بے یقینی، غریب کو غربت میں ڈبویا اور امیر کو امارت اور عمارتیں دیں۔ روشن خیالی کے پس پردہ اسلام سے بغاوت کی اور جشن کے نام پر اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دشمنی کا اظہار کیا۔ عریانی، فحاشی، بے حیائی اور جنسی انارکی کی رَو میں سب کو بہادیا۔ جشن منانے والو! خدارا کج روشوں پر چلنا بند کرو، کج فکری کو خیر باد کہہ دو اور فرنگی تمدن کے سیلاب کے سامنے بند باندھو، پاکستان کے سبز ہلالی پرچم کے سائے میں عہد کرو کہ ہم جشن آزادی نہیں بلکہ یومِ تجدیدِ عہد منائیں گے۔ یومِ تجدید عہد کو کھلے قہقہوں سے نہیں منایا جاتا بلکہ اس عمل میں آنسو اور مناجاتیں خود بخود آنکھوں اور ہونٹوں سے پھوٹنے لگتی ہیں۔ اکسٹھ برس بعد بھی ہم آزاد نہیں ہوئے۔ ہم اب بھی غلام ہیں، کل صرف برطانیہ کے غلام تھے، آج امریکہ، برطانیہ اور سارے مغرب کے غلام ہیں۔ ابھی آزادی کی منزل نہیں آئی، ابھی آزادی بہت دور ہے۔ آزادی، حقیقی آزادی!

قطعات

N.R.O

قوم کا مال اڑاؤ تو قباحت بھی نہیں
کچھ تاسف بھی نہیں ، کوئی خجالت بھی نہیں
N R O سے دھلے جاتے ہیں اب سارے گناہ
یعنی اس دور میں توبہ کی ضرورت بھی نہیں

رحمٰن ملک

اپنی آزادی سے بی بی کے بلیدان تلک
کام اپنے تھے سبھی ذمۂ رحمانِ فلک
کیسی افتاد پڑی آکے مری قوم کے سر
اپنے عمّال بنائے گئے رحمٰن ملک

[میجر (ر) محمد سعید اختر (ملتان)]